خاص برائے الحق

قسط ۲

مولانا محمد شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی
بنگلور ۔ ۵۷

عورت اور آزادانہ سیر و سیاحت

ایک سائیت مستشرق پر بحث

لفظ سیاحت و رہبانیت کی تحقیق قرآن، حدیث اور کلام عرب کی روشنی میں

اب رہا یہ امر کہ سائح کو روزہ دار کیوں کہا گیا اور اسکی وجہ تسمیہ کیا ہے ؟ تو اس پر بحث کرتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں : وقیل : انما قیل للصائم سائح لأن الذی یسیح متعبداً یسیح ولازاد معہ انما یطعم اذا وجد الزاد ۔ والصائم لا یطعم ایضاً فلشبھہ بہ سمی سائحاً ۔ اور کہتے ہیں کہ روزہ دار کو سائح اس وجہ سے کہا گیا ہے ۔ کیونکہ جو سیاحت کرتا ہے وہ عبادت گزار کی سیاحت کرتا ہے جس کیساتھ کسی قسم کا توشہ نہیں ہوتا ۔ اور وہ صرف اسی وقت کھاتا ہے جب کہ اس کو کچھ میسر آجاتے ۔ اور روزہ دار کا بھی یہی حال ہے ، لہٰذا اسی مناسبت و مشابہت کی بنا پر روزہ دار کو سائح کہا گیا ۔

وسُئل ابن عباسؓ وابن مسعودؓ عن السائحین ، فقال ھم الصائمون ۔ نیز ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے سائحین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا یہ روزہ دار ہیں ۔

نیز موصوف حضرت مسیح علیہ السلام کی وجہ تسمیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ "مسیح" بھی ساح یسیح سے مشتق ہے کیونکہ بعض اقوال کے مطابق آپ زمین میں چلتے پھرتے تھے اور جہاں کہیں رات ہوجاتی اپنے قدم جما کر نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ۔ پھر مزید تحریر فرماتے ہیں : وسیاحۃ ھذہ الأمۃ الصیام ولزوم المساجد ۔ اور اس امت کی سیاحت روزے رکھنا اور مساجد کو لازم پکڑنا ہے[۹]

اور مشہور لغت داں مجدالدین فیروزآبادی اپنی شہرہ آفاق لغت "القاموس المحیط" میں رقمطراز ہیں : والسیاحۃ ..... الذھاب فی الارض للعبادۃ ، ومنہ المسیح بن مریم ۔ اور سیاحت کے معنی عبادت کی غرض سے زمین میں چلنے کے ہیں اور مسیح ابن مریمؑ اسی سے مشتق ہے ۔

۹۔ ملاحظہ فرمایئے لسان العرب از ابن منظور افریقی مصری ۔ ۲/۴۹۳

والسائح الصائم الملازم للمساجد : اور سائح روزہ دار کو کہتے ہیں جو مسجد کو لازم پکڑے ہوئے ہو۔[۱۰]
معلوم ہوا کہ سیاحت کے معنی روزہ رکھنا کسی مُلّا کی ایجاد یا کسی عجمی سازش کا نتیجہ نہیں بلکہ عربی لغات و زباندانی کا ایک مسلمہ معنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی کی چھوٹی بڑی تمام لغات میں یہ معنی مذکور و موجود ہیں۔ چنانچہ المعجم الوسیط دنیائے عرب کی ایک جدید ترین لغت ہے، جس کو ماہرین لغت کی ایک جماعت نے ایک علمی ادارے (اکیڈمی) کے ماتحت تیار کیا ہے۔ اور اس میں اس لفظ کے حسب ذیل معنی مذکور ہیں۔

(ساح) الماء ونحوہ ـــ سیحاً وسیحاناً : سال وجری - یعنی پانی کا بہنا

فلان فی الارض سیحاً وسیحاناً وسیاحۃ : ذھب وسار - چلنا، درج کرنا۔

ذھب فیھا للتعبد والترھب : عبادت و ریاضت کی خاطر نکلنا۔

لزم المسجد : مسجد سے چپٹے رہنا۔

أدام الصوم : دائمی روزہ رکھنا۔

(السائح) الصائم الملازم للمساجد : سائح وہ روزہ دار ہے جو مسجدوں میں جما ہوا ہو۔

المتنقل فی البلاد للتنزہ أو للاستطلاع والبحث ونحو ذلك : وہ شخص جو تفریح یا اطلاع یا کسی بحث کی خاطر مختلف شہروں میں پھرنے والا۔[۱۱]

اس میں اگرچہ قدیم معنی کے ساتھ ساتھ بعض جدید معنی کی رعایت بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ مگر قدیم مفہومات و تصورات کو بھی جوں کا توں درج کیا گیا ہے۔

اور تو اور دنیائے عرب کی مقبول ترین لغت المنجد ایک عیسائی پادری کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس میں بھی وہی معانی مذکور ہیں جو دیگر کتب لغت میں موجود ہیں۔

ساح یسیح سیحاً وسیحاناً وسیاحۃً وسیوحاً : ذھب فی الارض للعبادۃ والترھب، جال فی البلاد فھو [سائح] ج سُیّاح و سائحون۔

[السائح] أیضاً الصائم الملازم للمساجد لأنہ یسیح فی النھار بلا زاد۔[۱۲]

اس پوری بحث سے اتنا تو ظاہر ہو گیا کہ ائمہ لغت اور مفسرین کے نزدیک (بقول زجاج) سیاحت کے معنی روزہ رکھنے کے ہیں۔ مگر اس بحث سے یہ عقدہ نہیں کھلتا کہ اس لفظ کے مفہوم میں روزہ رکھنے کے معنی

---

۱۰ القاموس المحیط، ۱/۲۳۰، مطبوعہ بیروت۔

۱۱ المعجم الوسیط، ۱/۴۶۷

۱۲ المنجد، از الأب لویس معلوف، ۱۹۵۶ء بیروت۔

کیسے اور کس طرح پیدا ہو گئے ؟ یعنی تاریخی اعتبار سے یہ مفہوم کب ، کس طرح اور کس لئے پیدا ہوا ؟ - اگرچہ لسان العرب میں مذکور ایک قول جو اوپر گذر چکا ، کی رُو سے یہ بات اگلی کتابوں کے مطابق ہے (وهو مما فی الكتب الأُول) مگر صحیح احادیث سے اسکی تائید نہیں ہوتی بلکہ ایک دوسری حقیقت سامنے آتی ہے۔ بہرحال اس حقیقت کی عقدہ کشائی ذخیرۂ احادیث کی چھان بین سے بخوبی ہو جاتی ہے ۔ اور اس سلسلے کے سارے مسائل و مباحث منطقی اعتبار سے پوری تشفی کے ساتھ حل ہو جاتے ہیں ۔ اور اس کے نتیجے میں نہ صرف دین کا تکمیلی کارنامہ (ادیانِ عالم اور خصوصاً اہلِ کتاب کے مقابلے میں) ہمارے سامنے آتا ہے ۔ بلکہ حدیث و سنّتِ رسول کا ایک معلّمانہ اور بصیرت افروز پہلو بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ پیمبر آخر زماں نے اس امّت کے ذہن و دماغ کے تزکیہ کے لئے کیسے کیسے طریقے اختیار فرمائے اور اہلِ کتاب کے غلط اور بندعانہ تصوّرات اور ان کے جاہلانہ طرزِ عبادت کو مٹانے کے لئے کیا کیا اصلاحی کارنامے انجام دیئے ؟

نیز یہ بھی واضح رہے کہ جدید عربی کے مطابق لفظ سیاحت کے معنی و مفہوم میں بعض نئے تصوّرات بھی داخل کر دیئے گئے ہیں ، جو قدیم عربی اور خاص کر دورِ رسالت میں نہیں پائے جاتے تھے ۔ جیساکہ قدیم و جدید لغات کے تقابلی مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر المعجم الوسیط اور القاموس العصری میں اس لفظ کے جو نئے معنی بیان کئے گئے ہیں وہ قدیم عربی میں موجود نہیں ہیں ۔ بہرحال اس لفظ کے وہ معنی جو کلامِ عرب کے مطابق دورِ رسالت میں مستعمل و مروج تھے اُن پر بحث اگلے صفحات میں آرہی ہے ۔

اب اس موقع پر یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ کہ جن مترجمین و مفسّرین نے سائحون اور سائحات کا ترجمہ روزہ رکھنے والے کیا ہے ، وہ معاذ اللہ خائن و بد دیانت یا آیاتِ الٰہی میں معنوی تحریف کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے پوری بصیرت اور علمی امانت داری کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا ہے ۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے اور دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے والوں کے متعلق کیا کہا جائے ۔

سیاحت اور حدیث | اب آیئے ذخیرۂ حدیث پر ایک نظر ڈال کر دیکھیں کہ یہ لفظ کلامِ عرب کے مطابق دورِ رسالت میں کن کن معنوں میں مستعمل تھا اور وہ مختلف حدیثوں میں کس کس طرح مروی ہے ۔ اس جائزے سے نہ صرف حدیث کی ادبی و لسانی اہمیّت واضح ہو گی بلکہ قرآنی الفاظ کی بھی صحیح تشریح و تفسیر ہو سکے گی ۔ صحیح بات یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے ابہامات و اجمالات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلا مرجع اور اوّلین ماخذ حدیثِ رسولؐ ہی ہے ۔ کیونکہ خود ربّ العالمین نے آپ کو یہ حق عطا فرمایا ہے کہ وہ قرآنی مجملات و کلیات کو لوگوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش کریں اور اس کے اشکالات کو رفع فرمائیں ۔ چنانچہ اس منصب جلیلہ

کی وضاحت قرآن میں اس طرح کی گئی ہے :

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ اور ہم نے تیرے پاس یہ ذکر (قرآن) بھیجا ہے تاکہ تو لوگوں کے لئے اُن تمام باتوں کی وضاحت کر دے جو اُن کی طرف بھیجی گئی ہیں اور تاکہ وہ (ان امور میں) غور و فکر سے کام لیں ۔ (نحل : ۴۴)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۔ اور ہم نے یہ کتاب تجھ پر اسی لئے اتاری ہے تاکہ تو (لوگوں کے لئے) وہ چیز کھول کر بیان کر دے جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے ۔ اور (یہ کتاب) ہدایت و رحمت ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ۔ (نحل : ۶۴)

بہرحال ذخیرۂ حدیث میں یہ لفظ اُن تمام معنوں میں مستعمل ہُوا ہے جو کلامِ عرب کے مطابق دورِ رسالت میں پائے جاتے تھے ۔ جیسا کہ تفصیل گذر چکی سَاحَ یَسِیْحُ کے اصل معنی پانی کے بہنے کے ہیں اور ثانوی اعتبار سے اس کے معنی عبادت و ریاضت کی خاطر گھر سے نکلنے نیز زمین میں چلنے پھرنے کے بھی ہیں ۔ اس طرح اس لفظ کے تین معنی ہوئے ۔

۱۔ پانی کا بہنا یا جاری ہونا ۔

۲۔ عبادت و ریاضت کی خاطر گھر سے نکلنا ۔

۳۔ چلنا پھرنا ۔ (مطلقاً نہ کہ سیر و سیاحت کے معنی ہیں جو بعد میں اس سے مستعار لئے گئے ۔)

چنانچہ ان تینوں معنی و مفہوم کی مثالیں ذخیرۂ حدیث میں ملاحظہ فرمایئے ۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع ہی باقی نہ رہے کہ یہ معانی بعد کے ادوار میں گھڑے گئے ہوں گے ۔

سیاحت (سیح) بمعنی پانی جاری ہونا ۔ | سَاحَ ۔ یَسِیْحُ ۔ سَیْحًا وَسَیَحَانًا : پانی بہنا ، جاری ہونا

مَاءٌ سَیْحٌ : بہتا ہُوا پانی ۔

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے : مَا سُقِیَ بِالسَّیْحِ فَفِیْہِ الْعُشْرُ ۔ جو زمین بہتے ہوئے پانی سے سینچی جاتے اس میں عُشر ہوگا ۔ یعنی نظام زکوٰۃ کے مطابق دسواں حصہ ۔

یہاں پہ "السیح" کا تشریح کرتے ہوئے صاحب لسان العرب فرماتے ہیں : آی الماء الجاری ۔[۱۳]

---

[۱۳] لسان العرب ۲ / ۴۹۳

اس کی مزید تشریح بطور مترادف صحیح مسلم میں اس طرح مذکور ہے :

فِیمَا سَقَتِ الْاَنْہَارُ وَالْغَیْمُ الْعُشُوْرُ : جن زمینوں کو نہریں اور بارش کا پانی سیراب کرے اُن سب میں دسویں حصے (بطور زکوٰۃ) دینے ہوں گے ۔ ۱۴؎

اسی طرح امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے : العشر فیما یسقی من ماء السماء وبالماء الجاری۔ یعنی جو زمین بارش یا بہتے ہوئے پانی کے ذریعے سینچی جائے اس میں عشر کا بیان ۱۵؎

اسی طرح ایک مرتبہ انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اُن کے لئے ایک بہتی ہوئی نہر کھودی جائے :

عن انس بن مالک قال شق علی الانصار النواضح فاجتمعوا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألونہ ان یکری لہم نہراً سیحاً۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انصار کے لئے اونٹوں کے ذریعہ پانی لاکر سیرابی کام مشکل ہو گیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تاکہ وہ یہ مطالبہ کریں کہ ان کے لئے ایک بہتی ہوئی نہر کھودی جائے ۔ ۱۶؎

ایک اور حدیث میں ہے :

عن البراء قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیر فأتینا علی رکی ذمۃ، یعنی قلیلۃ الماء ۔ فنزل فیہا ستۃ أنا سادسہم ماحۃً، فأدلیت الینا دلو ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شفۃ الرکی، فجعلنا فیہا نصفہا أو قراب ثلثیہا، فرفعت الی رسول اللہ فغمس یدہ فیہا، فقال ماشاء اللہ أن یقول، فعیدت الینا الدلو بما فیہا، قال فلقد رأیت أحدنا أخرج بثوب خشیۃ الغرق، ثم ساحت یعنی جرت نہراً۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ یہاں تک کہ ہم ایک کنویں پر پہنچے جس میں پانی بالکل ہی کم (نہ ہونے کے برابر) تھا ۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ (کنویں سے پانی نکالنے کے لئے) چھ آدمی اس میں اُترے اور چھٹا میں خود تھا ۔ ہم چلو سے پانی بھر رہے تھے ۔ ہمارے پاس (اوپر سے) ایک ڈول چھوڑا گیا ۔ (تاکہ ہم اس میں بھر دیں) اس حال میں کہ رسول اللہ صلعم کنویں کے کنارے پر تھے ۔ پس ہم نے اُس ڈول میں نصف یا دو ثلث کے قریب پانی بھر دیا اور وہ ڈول رسول

۱۴؎ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ما فیہ العشر ونصف العشر، ۶۷۵/۲، مطبوعہ ریاض۔

۱۵؎ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب نمبر ۵۵ ، ۱۳۳/۲ ، مطبوعہ استنبول۔

۱۶؎ مسند احمد : ۱۳۹/۳ ، مطبوعہ بیروت۔

اللہ صلعم کے پاس (اوپر) اٹھایا گیا۔ پس آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈبویا۔ اور (تھوڑی دیر تک) کچھ پڑھتے رہے۔ پھر وہ ڈول پانی سمیت ہم تک لوٹا دیا گیا۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ (یکایک) ہم میں سے ہر شخص ڈوب جانے کے خوف سے اپنی قمیص اتار رہا ہے۔ (یعنی اُس کنوئیں کا پانی اوپر اٹھ رہا ہے) پھر وہ بہہ پڑا۔ یعنی نہر کی شکل میں جاری ہو گیا۔[۱۷]

اس حدیث میں لفظ "ساحت" ساح یسیح سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے جو اپنے اصل معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جب انہوں نے صفا و مروہ کے درمیان زمزم کا چشمہ جاری ہوتے ہوتے دیکھا تو اس کو اطراف سے باڑھ بنا کر روک دیا۔ اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں: یرحمها الله لو ترکتها لکانت عیناً سائحةً تجری الی یوم القیامة؛ یعنی حضرت ہاجرہ اگر اُس چشمے کو ویسے ہی چھوڑ دیتیں تو وہ ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا اور قیامت تک جاری رہتا۔[۱۸]

اس حدیث میں لفظ "سائحة" اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔

سیاحت بمعنی درویشانہ زندگی | الذهاب فی الارض للعبادة والترهب: عبادت و ریاضت کی خاطر گھر سے نکلنا۔ یعنی درویش بن کر زندگی گذارنا۔ یہ مفہوم یہود و نصاریٰ کے پُر مشقت طرزِ عبادت کیلئے مخصوص و مروج تھا، جو رہبانیت کا مترادف ہے۔ چنانچہ نسائی کی ایک طویل حدیث میں یہ لفظ ٹھیک اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ نیز اس کو ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال: کانت ملوكٌ بعد عیسیٰ بدّلوا التوراةَ والانجیلَ۔ وکان فیهم مؤمنون یقرءون التوراة والانجیل۔ فقیل لملکهم ما نجد شیئاً اشدَّ علینا من شتم یشتمُناه هؤلاء۔ انهم یقرءون (ومن لم یحکم بما انزل الله فاولٰئك هم الکٰفرون) هؤلاء الآیات مع ما یُعیبوننَا به فی قراءتهم۔ فادعهم فلیقرءوا کما نقرأ، ولیؤمنوا کما آمنا به۔ قال فدعاهم فجمعهم وعرض علیهم القتل او یترکوا قراءة التوراة والانجیل الا ما بدّلوا منها فقالوا ما تریدون الی ذلك فدعونا۔ قال فقالت طائفة منهم ابنوا لنا اسطوانة ثم اعطونا شیئاً نرفع به طعامنا وشرابنا فلا نرد علیکم وقالت طائفة منهم دعونا نسیح فی الارض ونهیم ونشرب کما تشرب الوحوش فان قدرتم علینا بارضکم فاقتلونا۔ وقالت طائفة ابنوا لنا دوراً فی الفیافی ونحتفر الآبار ونحترث البقول فلا نرد علیکم ولا نمرّ بکم۔ ولیس

احد من اولئك الا وله حميم فيهم - قال ففعلوا ذلك - فانزل الله جل ثناؤه (ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها) والآخرون قالوا نتعبد كما تعبد فلان ونسيح كما ساح فلان ونتخذ دوراً كما اتخذ فلان فهم على شركهم لاعلم لهم بايمان الذين اقتدوا بهم - قال فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم ولم يبق منهم الا قليل انحط رجل من صومعته - وجاء سائح من سياحته وجاء صاحب الدار من داره وآمنوا به وصدقوه - فقال الله جل ثناؤه (يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله يؤتكم كفلين من رحمته) قال اجرين لايمانهم بعيسى وتصديقهم بالتوراة والانجيل وايمانهم بمحمد صلى الله عليه وسلم وتصديقهم به - قال (ويجعل لكم نوراً تمشون به) القرآن واتباعهم النبي صلعم - [19]

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد چند بادشاہ ایسے گزرے کہ انہوں نے تورات اور انجیل کو بدل دیا۔ اور اُن میں سے چند اہلِ ایمان ایسے بھی تھے جو تورات اور انجیل کو (اپنی اصل شکل میں) پڑھتے تھے۔ تو ان میں سے (چند حاسدوں نے) اپنے بادشاہ سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ جو ہم کو (تورات وانجیل کے مسخ کئے جانے اور ان کو بگاڑے جانے کے بارے میں) سبّ و شتم کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ شاق ہم پر دوسری چیز کوئی نہیں ہے۔ اور یہ لوگ اپنی کتابوں میں یہ بھی پڑھتے ہیں (اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے) اور اس کے علاوہ بھی ان کی کتابوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے وہ ہماری عیب گیری کرتے ہیں۔ لہٰذا تو انہیں بلاکر تاکید کر کہ وہ (تورات وانجیل کو) اس طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں، اور اس کے بارے میں وہی عقیدہ رکھیں جو ہمارا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس طرح بادشاہ نے اُن ایمانداروں کو بلوایا اور کہا کہ یا تو اپنی کتابوں کو چھوڑ کر ہماری اصلاح کردہ کتابوں کی پیروی کرو یا پھر قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے، ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ (مگر پھر اُن پر کی جانے والی سختی کی بنا پر باہمی صلاح مشورے سے اُن میں تین فرقے بن گئے، اور) اُن میں سے ایک فرقے نے کہا کہ (اچھا تو دیکھو ہم کو تمہارے عتاب سے بچنے کی ایک صورت یہ نظر آتی ہے کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم چھوڑ کر ایک گوشۂ تنہائی میں

[19] سنن نسائی، کتاب ادب القضاۃ، باب ۱۲، ج ۲ ص ۳۰۵، مطبوعہ دیوبند، نیز تفسیر ابن جریر الطبری، ۲۷/۱۳۸، مطبوعہ دارالمعرفۃ۔ بیروت۔

جانتے ہیں۔ لہٰذا) تم ہمارے لئے ایک مینار بنوا دو (جس میں ہم جا بسیں گے ۔) پھر کوئی ایسی چیز (رسی وغیرہ) دے دو جس کے ذریعہ ہم اپنا کھانا پینا اوپر سے لے لیا کریں گے اور تمہارے پاس پھر کبھی نہیں آئیں گے ۔ (تاکہ تم کو ہماری وجہ سے کوئی تکلیف نہ ہو) اور ان میں سے ایک دوسری جماعت نے کہا کہ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو ہم زمین میں درویشی کرتے ہوئے (یہاں سے نکل جائیں گے ۔ اور آوارہ گردی کرتے ہوئے جنگلی جانوروں کی طرح کھاتے پیتے پھریں گے ۔ (پھر کبھی اس طرف کا رُخ نہیں کریں گے) اگر کبھی تم ہم کو اپنی بستی میں دیکھ لو تو تمہیں اختیار ہے کہ تم ہم کو مار ڈالو ۔ اور تیسری جماعت نے کہا کہ کسی بیابان میں ہمارے لئے کچھ مکانات بنوا دو ۔ ہم وہاں پر کنوئیں کھود لیں گے اور (اپنے گزارے کے لئے نباتات و) ترکاریاں اگالیں گے ۔ پھر کبھی تمہاری طرف رُخ نہیں کریں گے ۔ چونکہ ان اہل ایمان لوگوں کی دوسروں کے ساتھ قریبی رشتہ داریاں تھیں (لہٰذا ان رشتہ داریوں کا خیال کرتے ہوئے) ان کی درخواستیں منظور کر لی گئیں ۔

اس وجہ سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی : (وہ درویشی جو انہوں نے خود ایجاد کی وہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی ۔ مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا مگر وہ اُسے نباہ نہ سکے جیسا کہ نباہنا چاہئے تھا ۔)

(یہ تو اُن جماعتوں کا حال ہوا مگر ان کے علاوہ عوام میں چند) دوسرے لوگ بھی تھے (جو محض تقلیداً اُن کے ساتھ ہو گئے ۔) اور انہوں نے کہا کہ ہم بھی اسی طرح عبادت کریں گے جس طرح فلاں نے کی ہے ۔ اور اسی طرح درویشی کریں گے جسطرح فلاں نے کی ہے ، اور اسی طرح ہم بھی (دور دراز مقامات پر ویرانوں میں) مکانات بنا کر رہیں گے جس طرح فلاں نے بنایا ہے تو یہ لوگ محض (تقلیداً) ان کے ساتھ شریک رہنے کی غرض سے ایسا کیا ، اگرچہ ان کو اپنے مقتداؤں کے (مرتبۂ) ایمان کی کوئی خبر نہیں تھی ۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت ان لوگوں میں سے صرف ایک قلیل جماعت ہی باقی رہ گئی تھی ۔ (تو نبی آخر زماں کی بعثت کی خوشخبری سن کر) جو شخص اپنی خانقاہ میں تھا وہ باہر نکلا ، اور جو درویش بن بیابانوں میں جا بسا تھا وہ اپنی درویشی (سیاحت) چھوڑ کر آ کھڑا ہوا ۔ اور جو اپنے گھر میں محصور ہو گیا تھا وہ بھی اپنے گھر سے نکل آیا (اس طرح وہ گویا کہ آزاد ہو کر باہر نکلے) اور نبی پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی ، انہی لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ دے گا ۔) یعنی ایک اجر تو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے اور تورات وانجیل کی تصدیق کرنے کا اور دوسرا اجر حضرت محمد صلعم پر ایمان لانے اور اُن کی تصدیق کرنے کا ۔ (اور تمہیں ایک نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے ۔) یعنی یہ نور قرآن اور اتباع رسول ہے ۔

اس طویل حدیث کی عربی عبارت میں خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے، جو یہ ہیں:

دعونا النسیح فی الارض: (ہم زمین میں درویشی کرتے پھریں گے)

ونسیح کما ساح فلان: (ہم اس طرح درویشی کریں گے جس طرح فلاں نے کیا ہے۔)

وجاء سائح من سیاحۃ: (درویش اپنی درویشی سے باہر نکل آیا)

دیکھیے یہ تمام تفصیلات جنگلوں اور بیابانوں میں فقیرانہ زندگی گزارنے کے علاوہ اور کیا ہیں۔؟ اور پھر یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ ساری "سیاحتی زندگی" رہبانیت ہی کا دوسرا روپ ہے جو بطور ایک بدعت جاری کی گئی تھی، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے کہ ایک تو انہوں نے ایک غیر مشروع چیز ایجاد کی، مگر اس کے باوجود وہ اس کو نباہ نہ سکے، بلکہ اُن میں سے بہت سے لوگ بداعمالیوں میں مبتلا ہوگئے۔ جیسا کہ قرآن نے ان کے بارے میں فرمایا ہے (وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ)

بالکل اسی معنی میں ابن جریر نے بنی اسرائیل کا بھی ایک واقعہ نقل کیا ہے:

(عن) وھب ابن منبّہ یقول کانت السیاحۃ فی بنی اسرائیل وکان الرجل اذا ساح اربعین سنۃ رأے ماکان یری السائحون قبلہ۔ فساح ولد بغی اربعین سنۃ، فلم یرشیئاً۔ فقال ای ربّ ارایت ان اساء ابوای واحسنت انا؟ قال، فاُری ما رای السائحون قبلہ۔

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں سیاحت (درویشی) کا رواج تھا۔ جب کوئی شخص چالیس سال تک درویشی کرتا تو اس کو وہ چیز (عرفان) حاصل ہوجاتا جو اس سے پہلے والے درویشوں کو حاصل ہوچکا تھا۔ تو ایسا ہوا کہ ایک بدکار عورت کے لڑکے نے چالیس سال تک درویشی کی مگر اُسے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ تو بارگاہِ الٰہی میں شکایت کی کہ اے پروردگار اگر میرے والدین نے برائی کی اور میں نے اچھائی کی تو (اس میں میرا کیا قصور ہے؟) تو اس کو بھی پہلے والوں کی طرح عرفان حاصل ہوگیا۔[۲۰]

اس موقع پر یہ وضاحت بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ اہلِ کتاب کے نزدیک "سائح" کا جو مفہوم تھا اس پر ابن جریر نے ابن عیینہ کے حوالے سے اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

اذا ترک الطعام والشراب والنساء فھو السائح: جو شخص کھانا پینا اور عورتوں سے ملنا چھوڑ دے تو وہ سائح کہلاتا ہے۔[۲۱]

---

[۲۰] تفسیر ابن جریر الطبری: ۲۹/۱۱ [۲۱] جامع البیان فی تفسیر القرآن، المعروف تفسیر ابن جریر الطبری ۲۹/۱۱

اور اس کی بگڑی ہوئی شکل آج بھی عیسائیوں کے ہاں "مقدس باپوں" یا کنواروں کی صورت میں رائج ہے۔
نیز اس طرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آغازِ اسلام میں جب مسلمانوں کو حد سے زیادہ ستایا جانے لگا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ ملک حبشہ کو ہجرت کرنے کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے، راستے میں آپ کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی۔ اس نے مقصدِ سفر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

اخرجنی قومی فارید ان اسیح فی الارض واعبد ربی۔ یعنی میری قوم نے مجھ سے (اپنے یہاں سے) نکال دیا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ (اللہ کی) زمین میں درویشی کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔[۲۲]

یہاں پر "اسیح" اور "اعبد" دونوں الفاظ ایک دوسرے کی تشریح کر رہے ہیں۔ اور ان دونوں کا مراد و مفہوم یکساں نظر آرہا ہے۔

امام رازیؒ نے سیاحت کی حقیقت اور اس کے اصل لغوی مفہوم پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

اصل السیاحۃ: الضرب فی الارض والاتساع فی السیر والبعد عن المدن وموضع العمارۃ، مع الاقلال من الطعام والشراب: سیاحت اصل میں کھانے پینے کی کمی کے ساتھ ساتھ زمین میں گھومنا، چلنے پھرنے میں وسعت اختیار کرنا اور شہروں اور تمدنی ہنگاموں سے دور رہنا ہے۔[۲۳]

سیاحت بمعنی زمین میں نقل وحرکت | ساح فی الارض یسیح سیاحۃً وسیوحاً وسیحاً وسیحاناً: ای ذھب۔[۲۴]

یعنی جانا، چلنا (مطلق نقل وحرکت) اس میں سیر وسیاحت کا وہ مفہوم نہیں پایا جاتا جو جدید عربی میں مستعمل ہے۔

چنانچہ یہ مفہوم بھی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یخرج الدجال فی خفقۃ من الدین وادبار من العلم۔ فلہ اربعون لیلۃ یسیحھا فی الارض: رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دجال اس حال میں ظاہر ہوگا کہ دین کمزور ہو چکا ہوگا اور علم پیچھے رہ گیا ہوگا۔ اس کے لئے چالیس راتیں ہوں گی، جن میں وہ زمین میں

---

[۲۲] بخاری، کتاب مناقب الانصار۔ باب ۴۵، باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینہ، ۴/۲۵۴، مطبوعہ استنبول۔ [۲۳] تفسیر کبیر ۱۵/ ۲۱۹، جدید ایڈیشن۔
[۲۴] لسان العرب، ۲/ ۴۹۲ - ۴۹۳، مطبوعہ بیروت۔

چلتا پھرتا رہے گا۔[۲۵]

ایک دوسری حدیث میں ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ فی الارض سیّاحین یبلّغونی من امتی السلام: رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زمین میں اللہ کے فرشتے گھومتے رہتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔[۲۶]

اس میں لفظ "سیاحین" سیاح کی جمع ہے جو فرشتوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔[۲۷]

سیاحت بمعنی جدید اس جائزے سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ زبان و ادب کے اکثر و بیشتر الفاظ اور ان کی تعبیریں اپنی اصل شکل وصورت میں ذخیرۂ حدیث میں موجود ومحفوظ ہیں، جو عربی زبان و ادب کا بھی بہترین سرمایہ ہیں۔ اور راویان حدیث نے ـــــ اللہ تعالیٰ اُن کی تُربت ٹھنڈی رکھے ـــــ ان تمام الفاظ واسالیب کو جوں کا توں ہم تک پہنچا کر نہ صرف قرآن اور حدیث کے سرمائے ہی کو زمانے کی دستبرد سے محفوظ کر دیا ہے۔ بلکہ ثانوی طور پر ادب کی بھی بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔

میرا موضوعِ بحث اس وقت اس بات کا جائزہ لینا ہے۔ کہ قرآنی لفظ "سائحون" اور "سائحات" کا اصل مفہوم کیا ہے؟ اور پھر اس میں روزہ رکھنے کے معنی کس طرح پیدا ہو گئے؟

تو پچھلے مباحث سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ اس کے اصل معنی پانی بہنے اور جاری ہونے کے ہیں۔ اور ثانوی طور پر یا مجازاً یہ عبادت وریاضت کے لئے گھر سے نکلنے یا زمین میں چلنے پھرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اور یہ مجازی مفہوم شاید اس مناسبت سے ہو کہ جس طرح پانی زمین پر بہتے ہوئے "زندگی" کے لئے ایک نفع بخش چیز اور مخلوق کے لئے منفعت رساں ثابت ہوتا ہے، اسی طرح ایک شخص جب راہِ خدا میں نکلتا ہے تو گویا وہ بھی مخلوق کے منافع کا باعث ہوتا ہے۔ مگر سیر وسیاحت کا جو مفہوم موجودہ دور میں پایا جاتا ہے۔ اس کا تصوّر اس لفظ کے اصل مفہوم کے مطابق دورِ قدیم میں نہیں تھا، اور نہ یہ لفظ اس معنی کے لئے وضع ہوا تھا، جیسا کہ پچھلے تمام مباحث سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا مفہوم زیادہ سے زیادہ زمین میں آزادانہ نقل وحرکت پر دلالت کرتا ہے اور خود قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ ایک دوسرے موقع پر ٹھیک اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے:

---

[۲۵] مسند احمد بن حنبل: ۳/۳۶۷، مطبوعہ بیروت۔

[۲۶] مسند احمد: ۱/۳۸۷، نسائی: کتاب السھو، باب التسلیم علی النبی صلعم، ۱/۱۸۹، مطبوعہ دیوبند، دارمی باب فی فضل الصلاۃ علی النبی صلعم، ۲/۳۱۷، مطبوعہ بیروت۔

[۲۷] فرشتوں کیلئے سیاح کا لفظ دیگر مواقع پر بھی آیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ترمذی ابواب الدعوات مسند احمد: ۱/۴۴۱، ۴۵۳، ۲/۲۵۱۔

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ : تم زمین میں چار مہینوں تک (آزادی کے ساتھ) چلو پھرو، اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ (توبہ : ۱)

دیکھئے یہاں پر مطلق چلنا پھرنا یا زمین پر آزادانہ نقل و حرکت کرنا مراد ہے، سیر و سیاحت کا مفہوم بالکل نہیں نکلتا۔ نیز ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ چاہے "درویشی" کا ذکر ہو یا مطلق زمین میں چلنے پھرنے کا، دونوں میں "فی الارض" کا تذکرہ لازمی نظر آتا ہے۔ گویا کہ عربی زبان میں کسی فعل کے طریقۂ استعمال کے مطابق بطور صلہ ہے۔ چنانچہ آپ قرآن اور حدیث کی مذکورہ بالا تمام مثالوں میں دوبارہ نظر ڈالئے تو آپ کو ہر جگہ یہی بات نظر آئے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ خاص مفہوم موجودہ دور کے "سیر و سیاحت" کے مفہوم سے میل نہیں کھاتا، جو بعد میں اس لفظ سے مستعار لیا گیا ہے۔ اور زیادہ وضاحت مطلوب ہو تو دیکھئے پچھلے صفحات میں فرشتوں کیلئے "سیاحین" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جو سیاح کی جمع ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں پر مطلق گھومنے پھرنے والوں کے اور کوئی دوسرا مفہوم نہیں نکل سکتا۔ اور یہ مفہوم موجودہ کے "سیاح" کے مفہوم سے بالکل مغائر ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ خدانخواستہ فرشتے بھی سیر و تفریح کیا کرتے ہیں

سیاحت اسلام میں | اس بحث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ لفظ سیاحت کا قدیم مفہوم موجودہ دور کے پر تکلف سیر و سیاحت اور پکنک وغیرہ قسم کے شاندار اسفار کے بالکل برعکس ہے۔

واضح رہے کہ یہاں پر صرف اس لفظ کی لغوی حیثیت پر بحث ہو رہی ہے، نہ کہ اسکی شرعی و فقہی حیثیت پر۔ اگرچہ سیر و سیاحت کرنا یا کسی خاص مقصد کی خاطر سفر کرنا اسلام کی نظر میں برا نہیں ہے۔ بلکہ بہت سے اسفار ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن پر اسلام نے خود ہی ابھارا ہے۔ مثلاً :

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ : کہہ دو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرم لوگوں کا انجام کیسا ہوا۔! (نمل : ۶۹)

اور ایک دوسری جگہ پر اس اجمال کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے کہ "سیر فی الارض" کا مقصد زمین کے آثار و باقیات کے مشاہدہ کے ذریعہ سبق آوری اور عبرت و بصیرت کا حصول ہے۔ جو دلوں کے اندھے پن کو دور کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ : کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے وہ سمجھتے۔ یا ایسے کان ہو جاتے جن سے وہ سنتے ؟ حقیقت تو یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (حج : ۴۶) (بقیہ صہ ۳۳ پر)